دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام کا دینی و علمی پس منظر (1909-1929): تحقیقی جائزہ

*غلام شمس الرحمٰن

Abstract

The Madrasas played a significant role in the formation of Muslim religious thoughts in Indo-Pak Sub-continent during the course of ninetieth and twentieth centuries. The traditional Madrasa system, based on Dars-e-Nizami, was re-formulated, the syllabus was revised, and Madrasas were strictly institutionalized. The modern scholarship focused on madrasas situated in Delhi and Uttar Pradesh such as the Dar al-Uloom Deoband, Dar al-Uloom Bareilly, Dar al-Uloom Farangi Mahal and Madrasa of Khayrabad. On the other hand, the modern scholars did not pay proper attention on the development of religious institutions of Punjab. The present article is an endeavor to fill this gap. The Chishti Sufis played a significant role in the transformation of knowledge in Punjab. The Madrasas of Shaykh Nur Muhammad Maharwi and Shah Muhammad SulaymanTaunsawi were considered primary institutions for religious studies in Punjab during nineteenth century. Following the tradition of these two legendry Sufis, many of their disciples established madrasas within their Khanqahs. Khawaja Zia al-Din Sialwi was a grandson of Khawaja Shams Al-Din Sialwi who was one of spiritual heirs of Shah Muhammad Sulayman Taunsawi. Khawaja Zia al-Din established a Madrasa in his Khanqah at Sial Sharif. This study aims to present the development of the Madrasa of Sial Sharif, and its contribution in the dissemination of knowledge during first three decades of twenty century.

Keywords: Madrasa education in Punjab, Chishti shrines, Sufism, the Sufis of Sial Sharif, Zia al-Din Sialwi.

برصغیر کے مسلم دور حکومت میں پایہ تخت دہلی تھا۔ اس مرکزی حیثیت کی وجہ سے دہلی اور اس کے قریبی بڑے شہروں کے علماء و دانشور اور شعرا کو بھی تاریخ میں مرکزی حیثیت رہی۔ یہی حال تعلیمی، سیاسی اور دیگر سماجی اداروں کا ہے۔ دہلی اور اس کے اطراف و اکناف کے تعلیمی اداروں کو تاریخ میں مرکزی حیثیت اور پذیرائی حاصل رہی۔ جس کی وجہ سے ان کے متعلق تحریری ریکارڈ موجود ہے۔ اس عمومی مفروضے کے بعد اگر

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

خصوصی طور پر انیسویں اور بیسویں صدی کے تناظر میں تقسیم ہند سے پہلے کے تعلیمی اداروں کا جائزہ لیں تو یہ بات عیاں ہے کہ دہلی، اور یو پی میں قائم ہونے والے تعلیمی اداروں، علمی تحریکوں اور علماء و دانشوروں کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس حوالے سے برصغیر کا وہ علاقہ جو اس وقت کرہ ارض پر مملکت پاکستان کے طور پر موجود ہے، عمومی عدم توجہ کا شکار رہا۔ یہاں کے تعلیمی اداروں اور علماء و دانشوروں کو تاریخ میں اس طرح ریکارڈ نہیں کیا گیا جس کے وہ مستحق تھے۔

تاریخی پس منظر:

انیسویں صدی عیسوی کے شمالی مغربی ہند خصوصاً موجودہ پاکستان میں علوم اسلامیہ کی تدریس اور اشاعت دین میں چشتی صوفیاء خصوصاً خواجہ نور محمد مہاروی (م 1791/1205) اور شاہ محمد سلیمان تونسوی کا بہت اہم کردار ہے۔ ان صوفیاء نے اپنی درگاہوں کے ساتھ متصل باقاعدہ مدارس قائم کئے۔ اس روش پر چلتے ہوئے ان کے خلفاء نے بھی اپنی خانقاہوں کے ساتھ مدارس قائم کئے۔ خواجہ شمس الدین سیالویؒ (م 1883/1300) شاہ محمد سلیمان تونسویؒ (م 1850/1267) کے خلیفہ تھے اور انہوں نے سیال شریف میں خانقاہ اور مدرسہ بنایا جس کو توسیع ان کے جانشین خواجہ محمد الدین سیالویؒ (م 1909/1327) نے دی۔ تاہم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ (م 1929/1348) جو خانقاہ سیال شریف کے تیسرے سجادہ نشین تھے، نے اس درس گاہ کو بہت ترقی دی۔ اس تحقیقی مقالہ میں خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کے قائم کردہ درس گاہ کا خصوصی جائزہ لیا جائے گا تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تشکیلی مراحل کا اجمالی تذکرہ کر دیا جائے جس کے زیر اثر آپ نے یہ خدمات سرانجام دیں۔

1214ھ/ 1799ء میں جب شاہ محمد سلیمان تونسویؒ تونسہ شریف میں اقامت پذیر ہوئے تو آپ نے اپنی خانقاہ پر ایک علوم اسلامیہ کی درس گاہ قائم کی۔ ابتدائی طور پر آپ خود اس میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے تھے لیکن بہت کم مدت میں اس درس گاہ نے بہت ترقی کی اور پنجاب، بلوچستان، قندھار، یہاں تک کہ وسط ایشیاء سے بھی طلباء نے اس درس گاہ کا رخ کیا۔ جید فضلاء کرام کو تدریس کے لئے متعین کیا گیا تاکہ طلباء کے لئے اعلیٰ تعلیمی معیار قائم کیا جا سکے۔ اس ادارہ کے متعلق خواجہ شمس الدین سیالویؒ کہتے ہیں: ''تئیس ۲۳ جید علماء کرام تونسہ شریف میں پڑھاتے تھے اور ایک استاد بیس یا اس سے زائد اسباق کا درس دیتا تھا۔ اور ان اساتذہ کے علاوہ بھی ہر طرف سے علماء کرام تدریس کے لئے آتے تھے۔'' (1)

اس ادارے کی تفصیلات مسٹر ایچ ایف فاربس، ڈسٹرکٹ جج ملتان ''مقدمہ تونسہ'' کے ضمن میں بیان کرتا ہے: ''انہوں (خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ) نے اعراض مذہبی کے لئے مدارس اور جو لوگ زیارت کے لئے اور مرید بننے کے لئے آتے ان کو مذہبی تعلیم دیتے، ان کے لئے سہولتیں مہیا کرتے۔ یہ تمام کاروائی آپ کے زیر نگرانی ہوتی اور امداد کنندگان ان کے خلفاء تھے............مولوی شیخ احمد کے بیان کے مطابق شاہ محمد سلیمان کے زمانے میں پچاس اساتذہ تھے''۔(2)

شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کی اس علمی تحریک کی طرز پر آپ کے خلفاء نے بھی اپنی خانقاہوں سے متصل مدارس کی بنیاد رکھی۔ نتیجتاً پورے پنجاب (پاکستان) میں خانقاہوں کے ساتھ مدارس بنانے کی روایت فروغ پائی۔ اس سلسلے میں مکھڈ، سیال شریف، میرا ،لِلہ، لاہور، گولڑہ، بھیرہ اور جلالپور کی دینی درس گاہیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سیال شریف میں خواجہ شمس الدین سیالویؒ نے علوم اسلامیہ کی طرف خصوصی توجہ دی۔ ابتداء آپ خود ہی درس دیا کرتے تھے۔ شیخ حافظ عبدالجلیلؒ، میاں کسب دار چٹھہؒ، قاضی میاں احمد نوشہرویؒ، مولانا معظم الدین مرولویؒ، مولانا غلام محمد للویؒ اس مدرسہ کے ابتدائی طلباء تھے۔ یہ حضرات تکمیل علوم کے بعد اسی ادارہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے علمی مذاق کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس عہد کے جید علماء کرام کی ایک کثیر تعداد اس خانقاہ سے وابستہ تھی۔(3)

آپ کے بعد خواجہ محمد الدین سیالویؒ نے ادارہ کی مزید توسیع کی۔ آپ کے عہد میں یہاں مولانا معظم الدین مرولویؒ، مولانا غلام محمد للویؒ، مولانا عبدالباقی کرسالویؒ، مولانا جمال الدین گھوٹویؒ(4) اور شعبہ حفظ قرآن میں حافظ محمد امیرؒ(5) اور حافظ کریم بخشؒ(6) درس دیتے تھے۔ خانقاہ پر ایک بہت بڑی کچی سرائے تھی جس میں طلباء و مریدین قیام کرتے۔ طلباء کے خورد و نوش کا انتظام خانقاہ کی ذمہ داری تھی۔ خواجہ محمد الدین سیالویؒ کے بعد 1909ء میں خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ نے خانقاہ کا انتظام و انصرام سنبھالا۔ آپ نے درس گاہ کو کافی توسیع دی۔ اس سلسلے میں آپ نے جو عملی اقدامات کئے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ادارہ کی تعمیر:

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ پہلے دور میں یہاں طلباء کے لئے الگ سے کوئی تعلیمی و رہائشی کمرے نہیں تھے بلکہ کچی سرائے میں ہی ان کا قیام ہوتا تھا۔ خواجہ محمد ضیاء الدینؒ نے سب سے پہلے اس طرف توجہ دی اور ایک وسیع قطعہ اراضی پر ''دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام'' کی بنیاد رکھی۔ طلبہ کی رہائش اور درس کے لئے پختہ اینٹوں سے بڑے

سائز کے سترہ اٹھارہ کمروں پر مشتمل ایک عمارت تعمیر کی جس کے درمیان ایک بہت بڑا لیکچر ہال بنوایا اور اس کے ساتھ ساتھ دربار سے ملحقہ کچی سرائے (جو ہاسٹل اور مہمان خانہ کے طور پر استعمال ہوتی تھی) کی بھی تعمیر و مرمت کرائی۔(7)

تدریسی عملہ:

علمی لحاظ سے اس وقت ہندوستان میں علماء کے تین بڑے خیر آبادی، دیوبندی اور بریلوی مکتبہ ہائے فکر تھے۔ خیر آبادی علماء کرام کا معقولات اور علم الکلام میں بہت بلند مقام تھا۔ اس عظیم علمی مرتبہ کے ساتھ حریت اور سامراج دشمنی میں بھی اس علمی خانوادہ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی کی علمی خدمات کے علاوہ جنگ آزادی 1857ء میں ان کا جرأت مندانہ کردار اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ نے مقامی علماء کے علاوہ اپنے قائم کردہ ادارہ میں خیر آبادی مکتب فکر کے ممتاز فضلاء کرام کو مسند تدریس کی زینت بنایا۔ آپ کے دور میں جن علماء کرام نے تدریسی فرائض سر انجام دیئے ان کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیریؒ 2۔ شہید حریت مولانا محمد حسینؒ 3۔ مولانا غلام مرشدؒ (بعد میں شاہی مسجد لاہور کے خطیب بنے) 4۔ مولانا حفیظ اللہؒ 5۔ مولانا محمود سلطانؒ (میانوالی) 6۔ مولانا امین الدین ٹکوچیؒ 7۔ مولانا احمد الدین گانگویؒ 8۔ مولانا محمد الدین بدھویؒ 9۔ مولانا میاں عظمت اللہ سیالؒ 10۔ حافظ کریم بخشؒ۔

ادارہ کے تدریجی ادوار:

اس سے قبل کے ادارہ کے تربیتی اور انتظامی نظام پر تفصیل سے بات کی جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ محمد ضیاء الدینؒ کے عہد میں ادارہ کے تدریجی ادوار کا اختصار سے ذکر کردیا جائے۔ آسانی کے لئے ادارہ کی کارکردگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا دور:

یہ دور 1909ء سے 1920ء تک کا ہے۔ اس دور میں ادارہ کی بنیاد رکھی گئی۔ عمارت تعمیر ہوئی اور مولانا محمد حسین، مولانا غلام مرشد، مولانا حفیظ اللہ وغیرہ نے اپنی بساط علم پھیلائی۔ مولانا محمد حسین صدر مدرس اور دیگر اساتذہ آپ کے نائب تھے۔ اس دور میں طلباء کی تعداد تقریباً ایک سو کے لگ بھگ تھی اور ادارہ تیزی سے ترقی کر رہا تھا۔

دوسرا دور:

یہ دور 1920ء سے 1923ء تک مشتمل ہے۔ یہ تحریک خلافت کا زمانہ تھا اور خواجہ محمد ضیاء الدینؒ نے اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ مولانا معین الدین اجمیریؒ کو اس تحریک میں فعال کردار ادا کرنے کی بناء پر جب گرفتار کیا گیا تو یہاں ان کے شاگرد مولانا محمد حسین بڑے رنجیدہ ہوئے اور علمی طور پر تحریک میں حصہ لینے کا فیصلہ کرلیا۔ آپ بلند پایہ مقرر اور خطیب تھے۔ رفتہ رفتہ جب تحریکی سرگرمیاں بڑھیں تو ادارہ پر اس کے منفی اثرات مرتب ہونے لگ گئے۔ یہاں تک کہ 17 مارچ 1922ء میں تحریک خلافت کے ایک اجلاس منعقدہ بھیرہ میں آپ کو نو دیگر ادارہ کے طلباء اور رضا کاروں سمیت گرفتار کرلیا گیا۔ طلباء میں مولانا محمد ذاکر ساکن، محمدی، ضلع جھنگ، مولانا عبدالحق وہوی، مولانا عبدالعزیز وہوی، حکیم محمد علی مختصر، مولانا حکیم عطاء محمد قریشی شامل تھے۔ (8) اس دور میں ادارہ کی تعلیمی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں اور طلبہ ادھر ادھر بکھر گئے۔ اس صورتحال کی وجہ سے خواجہ محمد ضیاء الدینؒ بڑے متفکر تھے چنانچہ انہوں نے ادارہ کو بحال کرنے کے لئے مولانا سلطان محمود کو بڑی کوششوں سے سیال شریف آنے پر آمادہ کیا۔ (9) اگلے برس 23 رمضان 1342ھ/ 1923ء میں مولانا محمد حسین بھی قید سے آزاد ہوکر آ گئے۔ آپ کے آنے سے ایک بار پھر ادارہ میں رفتہ رفتہ رونقیں بحال ہونے لگ گئیں۔ (10)

تیسرا دور:

یہ دور 1924ء سے 1929ء پر محیط ہے۔ صحیح معنوں میں اس دور میں ادارہ نے خوب ترقی کی۔ 1926ء میں مولانا محمد حسین کی رحلت کی وجہ سے اس ادارہ کو شدید دھچکا لگا لیکن مولانا معین الدین اجمیری کی آمد سے ادارہ نے ترقی کرنا شروع کردی، مولانا بدھوی اور دیگر اساتذہ بھی اسی دور میں پڑھاتے رہے۔ اس دور میں طلبہ کی تعداد پھر ایک سو سے متجاوز ہوگئی۔ اس مختصر سے جائزے کے بعد اب ادارہ کے تعلیمی وانتظامی نظام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ادارہ کا تعلیمی وتربیتی نظام:

مولانا محمد حسین صدر مدرس کی حیثیت سے ادارہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے تھے۔ آپ علامۃ الہند مولانا معین الدینؒ کے جواں سال فاضل تلامذہ میں سے تھے۔ جب آپ نے یہاں پڑھانا شروع کیا تو دور دراز سے طلباء نے سیال شریف کا رخ کیا۔ آپ کو وہ تدریسی ملکہ حاصل تھا کہ بڑے سے بڑے ماہر اور کہنہ مشق اساتذہ

بھی آپ پر رشک کرتے تھے۔ پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ نہایت سہل اور آسان انداز سے حل کر دیتے۔ مولانا عطاء محمد قریشی جوان کے شاگرد تھے، ان کے انداز تدریس کے بارے میں لکھتے ہیں:

طریقہ تدریس یہ تھا کہ چٹائیوں پر ایک حلقہ شاگرداں کتابیں لے کر بیٹھ جاتا۔ خود بھی ایک چٹائی پر بیٹھتے اور کتاب سامنے تپائی پر ہوتی۔ ایک طالبعلم کتاب کی عبارت پڑھ دیتا۔ استاد صاحب کوثر سے دھلی ہوئی زبان میں تقریر فرماتے اور اس قدر بلیغ کہ کند ذہن کے بھی ذہن نشین ہو جاتی۔ مافی الکتاب کی تفسیر وتشریح ایسی کرتے کہ سوال کی گنجائش نہ رہتی۔ اگر کسی نے سوال کر بھی دیا تو اپنی تقریر کی طرف توجہ دلاتے کہ میرے اس فقرہ میں آپ کے سوال کا جواب موجود ہے۔ آپ نے شاید توجہ سے نہیں سنا۔ یہ تقریر بے حد پر تاثیر ہوتی اور ہر طالبعلم کی نگاہ اپنے استاد کے چہرے پر ہوتی۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے (11)

مولانا محمد حسین اور ان کے ساتھی مدرسین کی کاوشوں کے باعث ایسا علمی ماحول پیدا ہو گیا کہ گردونواح کے مدارس سے طلبہ سیال شریف آنے لگ گئے۔ یہاں ایک لطیف واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ موضع انہی ضلع گجرات میں مولانا غلام رسول گجراتی اور ان کے شاگرد مولانا ولی اللہ کا بہت مشہور مدرسہ تھا۔ جب مولانا محمد حسین نے اپنے درس کی ابتداء کی تو مولانا گجراتی کے مدرسہ سے بھی طلبہ سیال شریف پہنچ گئے۔ مولانا نے اپنا ایک قابل اعتماد شاگرد تمام صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا اور بڑی حیرانی سے کہا: "یہ کون سا نرالا عالم سیال شریف آیا جس نے ہمارے درس سونے کر دیئے۔ سنا ہے ایک نوجوان چھوکرا سا مولوی ہے مگر زبان میں بلا کی کشش ہے"۔ خیر آپ کا شاگرد یہاں آیا، حالات کا جائزہ لیا۔ خدا معلوم اپنے استاد کو ساری کیفیت بتائی یا نہیں البتہ وہ خود یہیں کا ہو رہا۔ یہ طالبعلم مستقبل کا بہت بڑا فاضل بنا۔ یہ مولانا سلطان محمد قادری (م 1967ء) تھے۔ (12) جن کے تبحر علم کا طبقہ علماء معترف ہے۔ آپ کا مزار موضع موسیٰ مضافات پیلاں میں ہے۔ (13)

اسی عمدہ ماحول کی وجہ سے یہ ادارہ درجہ علیا کے طلبہ کا مرکز بن گیا۔ مولانا محمد حسین نہ صرف تدریس بلکہ طلباء کی روحانی و اخلاقی تربیت میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں شیخ الاسلام مولانا محمد قمر الدین سیالویؒ، جوان کے شاگرد تھے، ان کے طریقہ تدریس اور طرز تربیت کے بارے میں یہ بتاتے ہیں:

حضرت مولانا خوب صورت، چست وچو بند اور سپاہیانہ وضع کے تھے۔ اشراقیت زیادہ تھی۔ تقریر ایسی دلنشین کہ کبھی نہ بھولے، اصول اتنے پختہ کہ ہلانے سے کبھی نہ ہل سکیں، جو کہا وہ کر دکھایا۔ تدریس کے اوقات مقرر تھے جو طالبعلم وقت پر نہ پہنچتا تو اس کو معاف نہ فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت والدگرامی سفر پر جانے کے لئے تیار تھے۔ گھوڑے اور رخت سفر بندھا پڑا تھا۔ احباب وہیں ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ میں بھی وہیں ان کے پاس ایسا مگن ہوا کہ آپ کے درس میں حاضر نہ ہوسکا۔ اسی اثناء میں حضرت مولانا آئے اور خواجہ محمد ضیاء الدین کی موجودگی میں آپ کے گھوڑے کی لگام سے مجھ کو سخت مارا۔ خواجہ صاحب یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''الحمدللہ میرے بچے کے مربی تربیت وتادیب دونوں سے کام لیتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا نے باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہوا تھا۔ ایک بار میں جماعت سے رہ گیا۔ مجھ کو بلا کر فرمایا: ''صاحبزادے تم باجماعت نماز نہیں پڑھو گے تو اور بھی نہیں پڑھیں گے اور پھر طلبہ کے سامنے چھڑی سے اتنا مارا کہ اس کے نشان بازو پر آج تک موجود ہیں۔'' (14)

ادارے کے دور اول میں زیادہ تر ابتدائی اور درجہ ثانیہ کی کتب جبکہ تیسرے دور میں سنن الترمذی، مختصر المعانی، حسامی اور ھدایۃ وغیرہ پڑھائی جاتی تھیں۔ اس ادارہ کا یہ امتیازی وصف تھا کہ اس میں قرآن وحدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، علم الکلام، علم المعانی والبدیع، فلسفہ ومنطق کے ساتھ باقاعدہ طور پر تصوف کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مولانا محمد امین ٹکوچی یہاں درس تصوف دیتے تھے۔ آپ کیمیائے سعادت اور دیگر کتب توحید وتصوف پڑھاتے تھے۔ (15)

مولانا محمد حسین کی وفات کے بعد خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ نے اپنے فرزند خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ کو اجمیر شریف، علامۃ الہند معین الدین اجمیریؒ کے پاس بھیج دیا۔ آپ کچھ عرصہ وہیں اکتساب علم کرتے رہے۔ پھر خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کے اصرار پر مولانا اجمیری سیال شریف تشریف لائے۔ (16) مولانا اجمیری بنیادی طور پر یہاں درس حدیث دیا کرتے تھے لیکن دیگر علوم خصوصاً علم الکلام بھی ثانوی حیثیت سے پڑھایا کرتے تھے۔ آپ کا انداز تدریس بڑا اچھوتا تھا۔ ہر مسئلہ کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کرتے اور طلبہ کی معمولی کامیابیوں پر بھی خوب حوصلہ افزائی کرتے۔ اس ضمن میں خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

حضرت مولانا علامۃ الہند بسا اوقات انشاء پردازی کراتے۔ایک دفعہ ہم تینوں کو مولانا منتخب الحق، مولانا عبدالغفور اور مجھے ایک جملہ لکھایا اور کہا فی الفور عربی بناؤ۔ جملہ یہ تھا ''دوست کے ہاتھوں سے کھولتا ہوا پانی بھی بڑا ٹھنڈا ہوتا ہے''۔ میں نے اس کا یہ ترجمہ کیا: ''**الحميم من يد الحميم ابرد من الثلج**''جب مشترک لفظ کا استعمال دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا: منتخب الحق ادھر آؤ بنانے والے یوں بناتے ہیں اور بہت تحسین فرمائی بعد ازاں ایک بار حضرت دیوان سجادہ نشین پاکپتن شریف کے پاس بھی یہ جملہ بیان کر کے میری تعریف کر رہے تھے۔(17)

آپ کے اس انداز تدریس سے طلبہ میں حصول علم کا جذبہ موجزن ہو جاتا اور آپ کی یہ داد ان کے سمند شوق کے لئے مہمیز کا کام دیتی۔مولانا محمد حسین کے برعکس مولانا اجمیری طلبہ میں گھل مل جاتے اور طلبہ آپ کے ساتھ بڑے بے تکلف ہو جاتے۔خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ کہا کرتے تھے کہ فقر کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔فقر اختیاری ۲۔فقر اضطراری اور علامۃ الہند فقر اختیاری سے مزین تھے۔ایک دن عید کے موقعہ پر طلبہ نے ان سے کہا کہ آپ ہماری دعوت کریں۔حضرت مولانا نے فرمایا: میرے گھر جو پہلے دال پکتی ہے آج بھی وہی ہے تمام طلبہ کو دعوت شیراز ہے بصد شوق آؤ۔طلباء پھر طلباء تھے انہوں نے کہا ہمیں یہ نہیں پر تکلف دعوت چاہئے۔ آپ کی تعلیمی خدمات پر شاہ دکن نے آپ کو طلائی تمغہ دیا تھا۔آپ نے اسے بیچ کر طلباء کی پر تکلف ضیافت کی۔(18)

مولانا اجمیری کو کئی ایک دینی مدارس نے اپنے ہاں پڑھانے کی دعوت دی لیکن آپ نے ہمیشہ معذرت کی۔اسی طرح نظام آف حیدرآباد میر عثمان علی خان نے بھی آپ کو بلا بھیجا۔لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا۔پھر نظام الملک نے خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کو خط لکھا کہ مجھے اپنے بیٹے کے لئے حضرت مولانا کی اشد ضرورت ہے تو آپ نے جواب میں لکھا یہ بھی آپ کا مدرسہ ہے اپنے فرزند کو یہاں بھیج دیں۔(19) مولانا اجمیری اس وقت تک یہاں رہے جب تک کہ خواجہ قمر الدین سیالویؒ نے اپنی تعلیم مکمل نہ کر لی۔

اس درس گاہ کے دیگر اساتذہ میں مولانا محمد دین بدھوی کا بھی حلقہ درس تھا۔آپ یہاں معقولات پڑھاتے تھے۔آپ کا امتیازی وصف یہ تھا کہ پنجابی طلبہ کو پنجابی میں، ہندوستانی طلبہ کو اردو میں، پٹھانوں کو پشتو میں اور اہل فارس کو فارسی میں اور اہل عرب کو عربی میں پڑھاتے تھے۔کتب فلسفہ و منطق اس طرح زبانی یاد تھیں کہ

پڑھانے کے لئے مطالعہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ (20) ادارہ میں اس علمی ماحول کو قائم کرنے اور پروان چڑھانے میں خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کی خصوصی توجہ اور دلچسپی ایک اہم عنصر تھی۔

سہولیات و انتظامی ڈھانچہ:

خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کی ذاتی توجہ کی وجہ سے ادارہ میں بہت ہی موزوں علمی ماحول تھا۔ طلباء کو اعلیٰ تعلیم، درسی کتب، لائبریری، بستر، طعام مزید برآں ضرورت کی جملہ اشیاء مفت فراہم کی جاتی تھیں۔ (21) خواجہ محمد ضیاء الدینؒ ادارہ کی تعمیر و تشکیل کے لئے اساتذہ سے مل کر ان سے ادارہ کے امور اور طلبہ کے بارے میں تبادلہ خیال کرتے۔ تعلیمی معیار پر بحث ہوتی۔ اس دور میں سیال شریف میں دو اعراس منعقد ہوتے تھے۔ اس موقع پر ایک مجلس خاص کا انعقاد ہوتا جس میں اساتذہ، دیگر علماء و مشائخ اور صاحب ثروت ارادتمند شریک ہوتے اور ادارہ کی تعلیمی، انتظامی پالیسی اور دیگر امور پر سیر حاصل بحث ہوتی۔ ابتداً ادارہ کا انتظام اور اخراجات کا انتظام خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ خود کیا کرتے تھے۔ لیکن بعدازاں جب طلباء اور اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تو خواجہ محمد الدین سیالویؒ کے عرس منعقدہ 1,2 رجب 1344ھ/ 17,18 جنوری 1926ء کے موقع پر ایک اجلاس بلایا اور اس میں ادارہ کو درپیش مسائل زیر بحث لائے گئے اور ان کے حل کے لئے ٹھوس اقدام اٹھائے گئے۔

بروز اتوار 8 رجب 1344ھ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کی زیر صدارت مشاورتی اجلاس ہوا جس میں پچاس کے قریب چیدہ چیدہ علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ صدر مدرس مولانا محمد حسینؒ نے ادارہ کی صورت حال پر اظہار خیال کے اور کہا کہ اس وقت ادارہ بحران کی کیفیت سے گزر رہا ہے جس کے لئے ٹھوس اور جامع اقدام اٹھانے پر زور دیتے ہوئے اس کی ترقی کے لئے تجاویز پیش کیں اور اس طرف توجہ دلائی کہ ماہ شوال المکرّم 1344ھ سے دارالعلوم کے نئے سال کا آغاز ہونے والا ہے جس کے لئے کم از کم تین مدرسین کے وظائف اور ساٹھ طلبہ کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات کا بھی جامع انتظام کرنا ہے۔ اس کے بعد باہمی مشاورت اور تبادلہ خیال سے ایک مجلس منتظمہ قائم کی گئی اور اس مجلس کا لائحہ عمل اور قواعد و ضوابط وضع کئے گئے۔ باہمی مشاورت سے یہ طے پایا کہ مجلس منتظمہ دس اراکین پر مشتمل ہوگی جس میں پانچ اراکین طبقہ علماء اور پانچ طبقہ رؤساء میں سے ہوں گے اور ہر سال عرس کی مجلس عام میں ان کا انتخاب ہوگا۔ اس کے علاوہ مدرسہ کے مستقل معاونین کا بھی انتخاب کیا گیا۔ اجلاس میں باہمی مشورہ سے مندرجہ ذیل مجلس تشکیل پائی۔

صدروسرپرست: خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ، سجادہ نشین سیال شریف

ناظم: صاحبزادہ میاں عبداللہ سیالویؒ

امین: صاحبزادہ حافظ محمد قمرالدین سیالویؒ

محاسب: مولانا غلام رسول، مینیجر کوٹ آف وارڈز، مٹھہ ٹوانہ وتر کھانوالہ

اراکین: طبقہ علماء میں سے ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ، سجادہ نشین جلالپور، مولانا حافظ محمد حسین، سجادہ نشین مرولہ، مولانا محمود، مولانا احمد دین گانگوی، مولانا محمد حسین، صدر مدرس، دارالعلوم سیال شریف۔

طبقہ رؤساء میں سے نواب سر ملک خدا بخش ٹوانہ، میاں محمد حیات قریشی سی ای ای، ملک محمد مظفر خان بھچر رئیس آف واں بھچراں ممبر لجسلیٹو کونسل، پنجاب، راجہ رحیم داد خان، رئیس اعظم، داد پور، ضلع جہلم، ملک امیر حیدر خاں، رئیس کفری، خوشاب۔

فہرست مستقل معاونین: صاحبزادہ محمد سعداللہ سیالوی، نواب سید مہر شاہ جلالپوری، پیر امیر شاہ، سجادہ نشین بھیرہ، مولانا ظہور احمد بگوی، بھیرہ، خان عبدالستار خان بیدرڑ، ملک احمد خاں ساکن چک 588، ڈاکٹر فیروز دین، سول سرجن شاہپور، ملک جہاں خاں رئیس کھنڈہ، ملک زماں خاں، سید امیر شاہ ساکن سہلو کے، مولانا محمد ذاکر، ساکن محمدی شریف، ملک شاہ محمد، ملک امیر خان بھچر، ملک خدا یار بھچر، ملک شیر محمد خان، پیر طاہر محمد، ساکن، پیر کھارا، کرم داد خاں، رئیس، عیسیٰ خیل، سید غلام مرتضیٰ شاہ محمدی، ملک سلطان خان ہموکہ، مولانا شمس الدین، میونسپل کمشنر، ساہیوال۔

اجلاس میں یہ طے پایا کہ معاونین کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ سرمایہ فراہم کریں اور اراکین مجلس منتظمہ کے ذمہ جملہ انتظامات داخلہ وخارجہ اور نصاب تعلیم وغیرہ ہوگا اور سال میں کم از کم ایک دفعہ اجلاس کا انعقاد ضروری ہو گا۔ اس موقعہ پر ملک نواب خدا بخش ٹوانہ نے گیارہ مربعہ اراضی نہری نزد موضع ساہیوال کی آمدن ہمیشہ کے لئے دارالعلوم کے اخراجات کے لئے وقف کر دی اور اس جائیداد کے منتظم میاں محمد حیات قریشی، رئیس اعظم، صابوال مقرر کئے گئے۔(22)

اس اجلاس کے بڑے دوررس نتائج برآمد ہوئے اور مدرسہ ہر قسم کی مالی اور انتظامی پریشانی سے آزاد ہو گیا۔ نتیجتاً طلبہ کی تعداد اور سہولیات میں خاطر خواہ اضافہ ہوگیا۔ اور ادارہ روز افزوں ترقی کرنے لگ گیا۔ بلاشبہ اس ادارہ نے بہت کم مدت میں تعلیم کے فروغ میں گراں قدر کردار ادا کیا۔ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ اس ادارہ کو ہندوستان کے اعلیٰ ترین اداروں میں سے بنانا چاہتے تھے لیکن ناموافق حالات خصوصاً دور تحریک خلافت پھر

مولانا محمد حسین کی جواں عمری میں وفات اور بعدازاں 1929ء میں خود آپ کی اس دنیا سے رحلت کی وجہ سے یہ کام مکمل نہ ہوسکا تاہم آپ کے جانشین خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ نے اس ادارہ کو بہت وسعت دی (جس کی تفصیل اس مقالہ میں بیان نہیں کی جاسکتی)۔ اس مدرسہ سے فارغ التحصیل طلبہ ملک کے اعلیٰ ترین تعلیمی اداروں، یونیورسٹیز، کالجز اور دیگر زندگی کے شعبوں میں مصروف عمل ہیں۔ اگر اس کا ریکارڈ جمع کیا جائے تو یہ بذات خود ایک بہت دلچسپ تاریخی دستاویز ہوگی۔

ادارہ کے اساتذہ کا اجمالی تعارف

اس ادارہ میں پڑھانے والے چند اساتذہ کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے تاکہ ان کی علمی مہارت تامہ کا اندازہ لگایا جاسکے۔

1۔علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیریؒ:

آپ خیرآبادی مکتب فکر کے علماء میں سے تھے۔ آپ 25 صفر 1399ء میں علاقہ دیولی (راجپوتانہ) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد عبدالرحمٰن ریاست ٹونک کے سیکرٹری کونسل ہونے کی وجہ سے کافی متمول تھے اور شاہ عبدالرزاق فرنگی محل سے بیعت تھے۔(23) علامۃ الہند نے تمام علوم منقولات ومعقولات خاتم المحققین مولانا برکات احمد ٹونکی سے اور علوم ریاضی مولانا محمد لطف اللہ پلکھنوی سے پڑھے۔(24) علامہ سید سلیمان ندوی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> آپ کو بائیس سال کی عمر میں علوم وفنون میں ایسا رسوخ ہوگیا کہ جس کی نظیر کم دیکھی گئی ہے۔ اس وقت سے درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ ہندوستان اور ہندوستان سے باہر بلخ، بخارا، چین، افغانستان اور دوسرے ممالک سے طلبہ جوق در جوق آنا شروع ہوگئے۔ اسی زمانہ میں ایک خاص واقعہ نے آپ کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب تفسیر حقانی کے زیراہتمام آریوں سے ایک مناظرہ ترتیب پایا تھا۔ آریوں کی طرف سے پنڈت واشنانند جی بحث کررہے تھے اور مسلمانوں کی طرف سے بڑے بڑے مناظر گفتگو کررہے تھے۔ تین دن سے سلسلہ جاری تھا۔ جب مولانا کی باری آئی تو آپ نے روح، مادہ، پرمیشر کی قدامت کے سلسلے میں حدوث وقدم کی طویل بحث کو اس

خوبی سے بیان فرمایا کہ صرف سات منٹ میں پنڈت جی لاجواب ہوگئے اور موافق ومخالف آپ کی تبحر علمی کے قائل ہوگئے۔(25)

خواجہ محمد قمرالدین سیالویؒ کہتے ہیں: ''علامہ اجمیری منقول ومعقول کے بہت بڑے فاضل اجل تھے اور آپ کے علم کا یہ عالم تھا کہ ہمیں وثوق کلی تھا کہ اگر فلسفہ ومنطق اور دیگر علوم وفنون کی کتابیں نایاب ہوجائیں تو مولانا ازسرنو ان کو طبع کرسکتے ہیں''۔(26) آپ نے تمام عمر درس وتدریس میں گزاری۔ لاہور، اجمیر شریف اور سیال شریف میں اپنے علمی حلقے قائم کئے۔تدریس کے علاوہ تصانیف کا بھی قابل قدر ذخیرہ چھوڑا ہے۔آپ کی تصانیف میں **ازالة اوهام الغفول، ازاحة شبهات الشادی، چهار تازیانه قهار، حیوة طیبة**، چہل حدیث، ثار خواجہ، القول الاظہر، تجلیات انوار المعین، اسعاف اور کلمۃ الحق وغیرہ مطبوعہ جبکہ سنن الترمذی پر ناتمام حاشیہ، صحیح بخاری پر شرحی نوٹ، وجود، علم ومعلوم، دہر وو جود، علم ومعلوم، وجود رابطی، متعلق تصدیق، تحقیق اجزاء، قضیہ وتصدیق، معقولات عشر، کلی طبعی وغیرہ پر مبسوط مضامین غیر مطبوعہ ہیں۔ان کے علاوہ عربی زبان میں دو رسائل رسالہ فی بیان العمرۃ اور رسالہ فی مسائل الحج والعمرۃ بھی لکھے۔

تدریس وتالیف کے ساتھ آپ انگریز حکومت کے خلاف چلنے والی تحریکوں میں بھی بڑے سرگرم تھے۔ تحریک خلافت میں صوبہ راجپوتانہ کی مجلس خلافت کے صدر تھے۔اوراس تحریک کی بناء پر دو برس قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔علی برادران نے آپ کے معترف تھے۔تحریک کشمیر کے زمانے میں مجلس احرار کے ڈکٹیٹر رہے۔ 1930ء میں جمیعۃ العلماء ہند کے اجلاس امروہہ کی صدارت کی اور مستقل نائب صدر رہے۔(27) تحریک خلافت کے دوران تحریک ہجرت کی پرزور مخالفت کی اور جے پور میں جاکر لوگوں کو ہجرت کرنے سے روکا۔(28)

آپ مولانا شاہ عبدالوہاب فرنگی محل سے بیعت تھے۔نبی کریم ﷺ اور اہل بیت کرام سے محبت دیدنی تھی۔علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: ''ذات نبویؐ کے ساتھ محبت وشیفتگی کا یہ عالم تھا کہ بخاری وغیرہ میں جب یہ حدیث آتی کہ حضور ﷺ کے مرض وفات کی تکلیف دیکھ کر حضرت فاطمہؓ بے اختیار پکار اٹھیں ''**یا ابتاہ**'' تو سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا ''**لا کرب علی ابیک بعد الیوم**'' اس جملے سے مولانا بیتاب ہوجاتے۔آنسو نکل آتے اور چیخ نکل جاتی بسااوقات غشی طاری ہوجاتی۔(29) آخری عمر میں وجع الورک میں مبتلا ہوگئے اور اسی وجہ سے 10 محرم 1359ھ/ 19 فروری 1940ء بروز ہفتہ اس عالم فانی سے رحلت فرماگئے اور اجمیر شریف میں احاطہ درگاہ عالم پناہ میں متصل محراب جامع مسجد شاہجہانی میں آسودہ خواب ہیں۔(30)

2۔مولانا محمد حسینؒ:

آپ زمیندار قوم میانہ ڈیڑھ سے تعلق رکھتے تھے اور ماڑی شاہ سخیرا،ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے نانا مولانا شرف دین سے حاصل کی جو بہت بڑے عالم اور مناظر تھے۔ پھر پنجاب کے مختلف مدارس لاہور، ملتان اور گجرات سے استفادہ کرتے ہوئے اعلیٰ تعلیم کے لئے اجمیر شریف میں مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں مولانا معین الدین اجمیری کے پاس شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ نے تمام علوم منقول و معقول کی تکمیل مولانا اجمیری کے حلقہ درس سے کی۔(31)

مولانا محمد حسینؒ نے خواجہ محمد ضیاء الدینؒ کے ایماء پر اپنی تدریسی زندگی کا آغاز سیال شریف سے کیا اور اپنی محنت وشوق سے بہت کم عرصہ میں ادارہ کو اچھی خاصی ترقی دی۔تعلیم وتربیت کے سلسلے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے۔ خیر آبادی خانوادہ سے ہونے کی وجہ سے انگریز دشمنی رگ وپے میں سرایت تھی۔تحریک خلافت میں فعال کردار ادا کیا جس بناء پر 17 مارچ 1922ء میں بھیرہ میں اپنے نو دیگر رضا کاروں سمیت گرفتار کر لئے گئے۔(32) اسیری میں بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا۔مولانا حافظ نہیں تھے۔جب ماہ رمضان آیا تو لوگوں نے کہا پہلے تو تراویح میں قرآن کی تلاوت سنتے تھے امسال ہم میں سے کوئی حافظ نہیں یہ سن کر مولانا نے کہا امسال میں قرآن سناؤں گا۔ چنانچہ روزانہ سوا پارہ منزل تین چار بار دیکھ لیتے اور رات تراویح میں سنا دیتے۔حافظہ اس قدر تھا کہ پورے قرآن میں شاید ہی کوئی غلطی ہوئی ہو۔(33)

اگلے برس 23 رمضان 1334ھ/1923ء میں قید فرنگ سے چھوٹے تو سیال شریف میں عید کا سا سماں بندھ گیا۔صاحبزادہ میاں عبداللہ سیالوی نے ایک طویل استقبالیہ نظم لکھی۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

زہے خجستہ زمانے و ساعتے چہ سعید — کہ ایں ہمائے سعادت زبند دام جہید

ہزار شکر کہ ایں مہر چرخ شرع شریف — نمود روئے جہانتاب و زکسوف رہید

چرا نہ نغمہ سرانید ساکنانِ چمن — کہ آمد است بہارے پس از زمان بعید

طلوع کرد بشکل ہلال در رمضاں — کنوں شد است مبدل بہ صیام بہ عید

نگزر طبع سلیمش کہ در اسیری وحبس — شدہ بفضل خدا حافظ کلام مجید (34)

اس قید کی وجہ سے آپ تپ دق اور دائمی بخار میں مبتلا ہو گئے۔تاہم علاج معالجہ کے بعد آپ بالکل صحت یاب ہو گئے اور پھر سے ادارہ کی رونق بحال ہوگئی۔ (35) لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کو

دوبارہ تپ دق کا عارضہ لاحق ہو گیا اور 1926ء میں وفات پائی۔آپ کا مزار چک 156 شمالی، سرگودھا کے قبرستان میں ہے۔(36)

3۔مولانا سید احمد الدین گانگوی:

1259ھ/1843ء میں موضع گانگی، ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی میاں غلام علی شاہ سے حاصل کی۔بعدازاں مولانا غلام رسول اور مولانا الٰہی بخش سے مظفر گڑھ، مولانا عبدالرحمٰن سے ملتان میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔پھر علماء فرنگی محل سے استفادہ کیا۔1865ء میں دہلی سے سند تکمیل حاصل کی اور تریسٹھ برس تک اپنے علاقہ میں تدریس وافتاء اور تبلیغ کرتے رہے۔(37) آپ خواجہ محمد الدین سیالویؒ کے مقرب مریدین میں سے تھے۔

آپ کے تبحر علمی کی وجہ سے خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ نے آپ کو سیال شریف کا مفتی اعظم مقرر کیا۔ آپ نے تدریس کے علاوہ تالیف وتصنیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اور مسئلہ سماع پر ضیاء *شمس الانوار فی تحقیق سماع الابرار والفجار* تالیف کی جو کہ طبع ہو چکی ہے۔عشر وزکوٰۃ، بیت المال، مسئلہ علم غیب، حاضر ناظر، استغاثہ بحضور سید عالم ﷺ، تین طلاقیں بیک لفظ دینے اور دیگر موضوعات پر آپ کی تصانیف ابھی طبع نہیں ہوئی۔(38) آپ انتہا درجہ کے زاہد اور عبادت گزار تھے۔اشراق، اوابین، تہجد اور معمولات چشتیہ 125 برس سے زیادہ عمر ہونے کے باوجود کبھی قضا نہ ہوئے۔4 رجب 1388ھ/ 24 اکتوبر 1968ء بروز ہفتہ خالق حقیقی سے جا ملے۔(39)

4۔مولانا محمد امین ٹکوچی:

ابتداً غیر مقلد تھے اور مؤقف میں بڑے بڑے علماء کو لاجواب کر دیتے۔جب خواجہ شمس الدینؒ کے بارے سنا تو سیال شریف بحث ومباحثہ کے لئے آئے۔آپ خود بیان کرتے ہیں: جب سیال شریف پہنچا تو مولانا معظم الدین مرولوی سے ملاقات ہوئی میں یہ سمجھا یہی خواجہ شمس الدینؒ ہیں لہٰذا انہیں کے پاس بیٹھ گیا اور کہا حضرت جی! مجھے کچھ شبہات ہیں ان کا ازالہ چاہتا ہوں۔اس کے بعد ایک ایک کر کے سوال کرتا گیا اور وہ بلا تامل نہایت اختصار کے ساتھ تسلی بخش جواب دیتے گئے۔بعد میں کہا جو کچھ مجھے سمجھ تھا بتا دیا اگر کچھ اور پوچھنا ہو تو خواجہ شمس الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوں۔میں مولانا کے تبحر علمی سے بڑا متاثر ہوا لیکن جب خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے ملاقات ہوئی تو دیکھتے ہی یقین ہو گیا کہ حضرت مولانا واقعی آپ کے شاگرد ہیں اور اسی وقت دل ہی دل میں ساری

زندگی آپ کے زیر سایہ گزارنے کا تہیہ کر لیا۔ آپ پندرہ برس تک خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے علوم طریقت و شریعت حاصل کرتے رہے۔ بعد ازاں خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کی درس گاہ میں کتب تصوف و توحید پڑھاتے تھے۔ خواجہ قمر الدین سیالویؒ کہتے تھے: آپ سے بہت سی کرامتوں کا ظہور ہوتا تھا۔ آپ کا وصال غالباً خواجہ محمد ضیاء الدین کے دور میں سیال شریف میں ہوا اور یہیں مدفن ہے۔ (40)

5۔ مولانا محمد دین بدھوی:

آپ بدھو ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا سید رسول سے اور اعلیٰ تعلیم رام پور میں مولانا فضل حق رامپوری اور ٹونک میں غالباً مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی کی خدمت میں سات سال تک رہ کر حاصل کی۔ آپ ہر طالب علم کو اس کی زبان میں پڑھاتے تھے۔ علوم معقولات میں آپ سند کا درجہ رکھتے تھے۔ استاد المدرسین مولانا عطاء محمد بندیالوی ان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ اگر وہ مطالعہ کر کے پڑھاتے تو حافظہ اس قدر قوی اور ذہن اتنا عالی تھا کہ متقدمین اہل فن کے برابر ہوتے۔ آپ شوال 25 فروری 1964ء میں 80 سال کی عمر میں راہی دار آخرت ہوئے۔ آپ کا مزار بدھو میں ہے۔ (41)

6۔ میاں عظمت اللہ سیال:

میاں عظمت اللہ سیال شریف کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد گرامی میاں عالم شیر، خواجہ شمس الدینؒ کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ شمس العلماء شاہ عبدالحق خیر آبادی کے شاگردوں میں سے تھے۔ بڑے صاحب علم اور صوفی منش بزرگ تھے۔ خواجہ قمر الدین سیالویؒ نے بھی آپ سے تعلیم حاصل کی۔ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کے دور میں آپ کے قائم کردہ ادارہ میں پڑھاتے رہے۔ (42) بعد ازاں آپ سلطان باہو چلے گئے اور وہیں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کی وفات درگاہ سلطان باہوؒ میں ہوئی اور وہیں آپ کا مزار ہے۔ (43) البتہ آپ کی اولاد سیال شریف میں ہی اقامت گزین ہے۔

ادارہ سے فارغ التحصیل طلباء:

ادارہ میں طلبہ کی تعداد کے بارے میں کوئی حتمی ریکارڈ دستیاب نہیں ہے۔ اگر چہ مصادر میں اشارہ موجود ہے کہ ساٹھ کے قریب نئے طلبہ ہر سال داخلہ لیتے تھے۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس درس گاہ میں اس دور میں قریباً ڈیڑھ سو طلباء زیر تعلیم رہے ہوں گے۔ تاہم طلباء کا کوئی باقاعدہ ریکارڈ دستیاب نہیں۔ غالباً

1929ء میں آنے والے تباہ کن سیلاب کی نذر ہو گیا۔ چند فارغ التحصیل علماء کے نام جو ثقہ حوالوں سے ملے ہیں درج کیے جاتے ہیں۔جن سے ادارہ کے حسن تعلیم کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

1۔شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی 2۔مولانا منتخب الحق، سابق ڈین، شعبہ علوم معارف اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی 3۔مولانا عبدالغفور ریاست سوات، شرعی جسٹس، ریاست بنیر 4۔خواجہ غلام فخر الدین سیالوی، سیال شریف 5۔مولانا پروفیسر افتخار احمد، شعبہ اسلامیات، کراچی یونیورسٹی 6۔مولانا عبدالحق وہووی 7۔مولانا عبدالعزیز قریشی وہوی، ڈیرہ غازی خان 8۔مولانا محمد ایوب ونی، ساہیوال 9۔مولانا فقیر محمد، قندھار، افغانستان 10۔مولانا ہراتی شاہ، افغانستان 11۔مولانا عبدالعزیز گل کوٹی، جھنگ 12۔مولانا حکیم محمد حفیظ، کوئٹہ 13۔مولانا محمد خان، نظام آباد 14۔مولانا عبدالقادر، بہاولپور 15۔مولانا محمد عظیم مدرس بہاروالا 16۔مولانا غلام یٰسین، واں بھچراں، میانوالی 17۔مولانا حکیم اسدالحق، جھنگ 18۔مولانا عبدالباقی قریشی 19۔مولانا غلام مصطفیٰ، میانوالی 20۔مولانا حکیم عطاء محمد قریشی (اکثر تعلیم سیال شریف میں مکمل کی)

خواجہ ضیاءالدین سیالویؒ کی قائم کردہ اس دینی درس گاہ کے عمومی مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بیسویں صدی کی ابتداء میں خطۂ پنجاب میں نہ صرف انفرادی طور پر مقامی علماء کے حلقہ درس تھے بلکہ دینی مدارس کی مستقل روایت بھی نظر آتی ہے۔ یہ مدرسہ خانقاہ کے ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے مدارس دیوبند، بریلی اور فرنگی محل سے اس لحاظ سے ممتاز نظر آتا ہے کہ یہاں پر باقاعدہ تصوف وتوحید کی کتب کا بھی درس دیا جاتا تھا۔

اس ادارہ کے اساتذہ اور طلباء کے بارے میں جو محدود معلومات میسر آئی ہیں ان کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس مدرسہ میں افغانستان سے لے کر حیدرآباد دکن تک کے اساتذہ اور طلباء تعلیمی تدریسی سرگرمیوں میں حصہ لے رہے تھے۔ خیرآبادی مکتب فکر بنیادی طور پر فلسفہ اور معقولات میں مہارت کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے۔اس مکتب فکر کے اساتذہ کا ادارہ میں متعین کرنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس مدرسہ میں معقولات کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کیا گیا۔اگرچہ مولانا معین الدین اجمیری یہاں پر فلسفہ اور علم المعقولات سے زیادہ بحثیت شیخ الحدیث کام کرتے رہے۔تاہم منقولات کی تفہیم اور تجزیہ کے لئے معقولات کے استعمال میں مہارت رکھتے تھے۔جس کا لازمی طور پر اثر ان کے طلباء پر پڑا ہوگا۔اور یہ وہ میدان ہے جس میں اس دینی درس گاہ کی ایک امتیازی حیثیت تلاش کی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ محمد سعید، سید، مرأۃ العاشقین (فارسی)، لاہور، مطبع مصطفائی، 1303ھ، ص 48

2۔ محمد حسین للہی، ڈاکٹر، خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء، لاہور، مکتبہ حدید پریس، 1979ء، ص 295,296

3۔ تسخیر احمد، ڈاکٹر، دارالعلوم سیال شریف کی سواسو سالہ خدمات، لاہور، علمی پرنٹنگ پریس، 1965ء، ص 4

4۔ حوالہ سابق، ص 6

5۔ فضل کریم سیالوی، حضرت میاں عبدالرحمن، محمدی شریف، ماہنامہ ضیائے حرم، شمس العارفین نمبر، لاہور، 1980ء، ص 192

6۔ پیر محمد کرم شاہ، شیخ الاسلام محمد قمر الدین، ماہنامہ ضیائے حرم، شمس العارفین نمبر، لاہور، 1980ء، ص 276

7۔ عطاء محمد کاظمی، حکیم، یادِ ایام، سرگودھا، ثنائی پریس، ص 5,6

8۔ محمد شاہ ایڈوکیٹ، تعارف مصنف، در یادِ ایام از عطاء محمد کاظمی، ص 3-1

9۔ عطاء محمد کاظمی، حکیم، یادِ ایام، ص 29,30

10۔ محمد عبداللہ سیالوی، صاحبزادہ میاں، دیوان عبد، غیر مطبوعہ، ص 27

11۔ عطاء محمد کاظمی، حکیم، یادِ ایام، ص 8,9

12۔ حوالہ سابق

13۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہلسنت، لاہور، استقلال پریس، 1976ء، 161/1

14۔ عزیز احمد، صاحبزادہ، ہمہ گیر شخصیت، ماہنامہ ضیائے حرم، شیخ الاسلام نمبر، لاہور، 1981ء، ص 61

15۔ غلام احمد، قاری مولانا، انوار قمریہ، لاہور، محمد سعید پرنٹرز ایکسپرٹ، 1992ء، 266,267/1

16۔ تسخیر احمد، ڈاکٹر، دارالعلوم سیال شریف کی سواسو سالہ خدمات، ص 7,21

17۔ غلام احمد، قاری مولانا، انوار قمریہ، 307/1

18۔ حوالہ سابق، 303,304/1

19۔ حوالہ سابق 310,311/1

20۔ عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہلسنت، ص 466,467

21۔ عطاء محمد کاظمی حکیم، یادِ ایام، ص 12,13

22۔ عبدالمعز واحدی، شیخ، رسالہ شمس الاسلام، بھیرہ، فروری 1926ء

23۔ سلیمان ندوی، سید، علامہ، علامۃ الہند معین الدین اجمیری، معارف اعظم گڑھ، اپریل 1940ء

24۔ عبدالشاہد خان شروانی، ضمیمہ در باغی ہندوستان از فضل حق خیر آبادی، ص 223

25۔ سلیمان ندوی، سید، علامہ، علامۃ الہند معین الدین اجمیری، معارف اعظم گڑھ، اپریل 1940ء

26۔ غلام احمد، قاری مولانا، انوار قمریہ، ج 1، ص 310

27۔ سلیمان ندوی، سید علامہ، علامۃ الہند معین الدین اجمیری، معارف اعظم گڑھ، اپریل 1940ء

28۔ محمد یونس ناظم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف، ضمیمہ، در باغی ہندوستان از فضل حق خیر آبادی، ص 228

29۔ سلیمان ندوی، سید علامہ، علامۃ الہند معین الدین اجمیری، معارف اعظم گڑھ، اپریل 1940ء

30۔ عبدالشاہد خان شروانی، ضمیمہ در باغی ہندوستان از فضل حق خیر آبادی، ص 225

31۔ عطاء محمد قریشی، حکیم، یاد ایام، ص 8-6

32۔ محمد شاہ ایڈووکیٹ، تعارف مصنف در یاد ایام از عطاء محمد قریشی، ص 3

33۔ غلام احمد، قاری مولانا، انوار قمریہ، 404/1

34۔ محمد عبداللہ سیالوی، صاحبزادہ، دیوان عبد، غیر مطبوعہ، ص 27,28

35۔ عطاء محمد کاظمی، حکیم، یاد ایام، ص 31-30

36۔ حوالہ سابق، ص 31-30

37۔ سلطان احمد فاروقی، مولانا تذکرہ اولیائے چشت، لاہور، مدینہ پرنٹنگ پریس، س ن، ص 352,359

38۔ عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہلسنت، ج 1، ص 4

39۔ سلطان احمد فاروقی، مولانا تذکرہ اولیائے چشت، ص 352,359

40۔ غلام احمد، قاری مولانا، انوار قمریہ، 256-258/1

41۔ حوالہ سابق، ص 466,467/1

42۔ تسخیر احمد، ڈاکٹر، دارالعلوم سیال شریف کی سوا سو سالہ خدمات، ص 36

43۔ غلام احمد، قاری مولانا، انوار قمریہ، 293/1

44۔ عطاء محمد کاظمی، یاد ایام، ص 36-31، تسخیر احمد، ڈاکٹر، دارالعلوم سیال شریف کی سوا سو سالہ خدمات، ص 36